© rasailojaraid.com

مولانا ھاشمیؒ کی دینی و علمی خدمات

پروفیسر عبدالجبار شاکر، (ڈائریکٹر پنجاب پبلک لائبریریز)

تاریخ اسلام کا دامن علمائے کرام، فقہائے عظام، فاتحین باکمال، خلفاء و سلاطین اور ہر طبقہ فکر و عمل کے ناموران سے مالا مال ہے۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف میدانوں میں کیسے کیسے اعاظم و اکابر رجال پیدا نہیں ہوئے۔ قرن جاریہ میں بھی فکر اسلامی کے چراغ کو روشن رکھنے کے لیے جن علماء و فضلائے روزگار نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کو ایک ہمہ گیر نظام زندگی کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی ان میں ایک عالی قدر نام مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

مولانا سید محمد متین ہاشمیؒ جس عہد میں پیدا ہوئے وہ برصغیر میں برطانوی غلامی کا دور تھا۔ انگریز اپنے سیاسی اقتدار کے ساتھ ہماری تہذیبی فکر و نظر کی بنیادوں کو گرانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ اپنے مخصوص تعلیمی نظام کے ذریعے وہ مسلمان نوجوانوں کے ذہن میں تشکیک اور الحاد کے جراثیم پیدا کر رہا تھا۔ سیاسی غلامی اور معاشی ابتری کے اس دور میں عز و جاہ اور ترقی و وقار کا راستہ صرف انگریزی تہذیب کے اپنانے میں تھا۔ مغربی استعمار نے مسلمانوں کو ایک احساس مرعوبیت میں گرفتار کر رکھا تھا۔ اس طلسم کو توڑنے میں علامہ اقبال کے افکار و تصورات نے ایک تریاق کا کام کیا۔ تحریک سرسید نے مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی حقوق کے دفاع میں ایک مؤثر آواز پیدا کی مگر جس نظام تعلیم کا یہاں تجربہ کیا گیا اس سے مغربی تہذیب کا غلبہ ذہنوں میں جاری رہا۔ اس صورت حال کے ردعمل نے ندوہ اور دیوبند جیسے تعلیمی اداروں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنا اٹھائی جہاں خالصتہً کتاب وسنت سے متعلق علوم وفنون کی تعلیم و تدریس کو رواج دیا گیا ۔ اس طرح مسلمان نہ صرف اپنے علمی اور دینی ورثے کا احیا کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ مغربی تہذیب کی مرعوبیت کے شکار ذہنوں کو بھی ایک دفاع اور حصار فراہم کیا۔

سید محمد متین ہاشمیؒ بھی برِ صغیر کے ان ہزاروں خوش نصیبوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اسلام کے نظامِ حیات کا فہم وشعور دیو بند جیسے دار العلوم سے حاصل کیا ۔ وہ یہاں کے درسِ نظامی کے فارغ التحصیل تھے ۔ حریت فکر اور حمیّت دین کے جذبات فراواں انہیں اسی درسگاہ کے تاریخ ساز ماحول سے ملے ۔ جب کہ عربی اور فارسی کے جدید اسلوب کے مطابق انہوں نے الہ آباد بورڈ سے فاضل ادب اور لکھنؤ یونیورسٹی سے دبیر کامل کی اسناد امتیازی حیثیت میں حاصل کیں ۔

مولانا نے اپنی عملی زندگی کی ابتدا بھی درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کے ماحول سے کی ۔ آپ نے مرحوم مشرقی پاکستان کے شہر سید پور میں بیک وقت قدیم وجدید تعلیم کے اداروں سے وابستہ رہ کر اپنی ذہنی وسیع المشربی کا اظہار کیا ۔ آپ قدیم وجدید علوم کے امتزاج سے بہرہ ور تھے ۔ لہٰذا ایک طرف قائد اعظم ۔ ڈگری کالج سید پور کی تدریس سے اس ادارے کی سربراہی کے منصب تک فائز رہے تو دوسری طرف اسی شہر کے جامعہ عربیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے سولہ سال تک خدمات انجام دیتے رہے ۔

پاکستان ۔ دنیا کے نقشے پر اسلام کی ایک تجربہ گاہ کی حیثیت سے ہمیں نصیب ہوا ۔ مگر اس خطے کے حصول کے بعد ہم مسلسل اس فکر اور قیادت سے محروم ہوتے چلے گئے جو علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح نے ہمیں فراہم کی تھی ۔ ہم اس خطہ زمین کے عطیۂ خداوندی کو تعلیمات اسلامی کا مرکز ومخزن بنانے کی بجائے برطانوی اور امریکی طرز سیاست ومعیشت کے ایسے خوگر ہوئے کہ اس کے نتیجے میں طرح طرح کے تعصبات یہاں سر اٹھانے لگے اور ہمارے ملک کے دونوں بازوؤں کے درمیان واحد راہ انصال اسلام کا تصور معدوم ہوتا چلا گیا اور پھر ہمارے اپنے سیاست کاروں کی مکاری وعیاری نے دشمنان اسلام کے مذموم عزائم کو یوں پورا کیا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت دولخت ہوگئی ۔ یوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشرقی پاکستان کی زمین ان مسلمانوں کے لیے ایک جہنم زار بن گئی جو دین کے رشتے سے ہجرت کر کے ہندوستان سے اس سرزمین میں آئے تھے۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے اس سانحے کے بعد جو خاندان ایک مرتبہ پھر ہجرت کر کے مغربی پاکستان میں آئے ان میں ایک لٹا پٹا خاندان محترم سید محمد متین ہاشمیؒ کا بھی تھا۔

مولانا ہاشمیؒ کو مغربی پاکستان میں تشریف لانے کے بعد جھنگ کی جامعہ محمدی شریف میں شیخ الحدیث کے بطور کام کرنے کا موقع ملا اور انہوں نے یہاں نصابات کی ایک ایسی تجدید اور تشکیل نو کی ذمہ داری کو پورا کیا جس کی ہمارے ملک عزیز کو ابھی تک شدید ضرورت ہے۔ یہ گدڑی کا لعل زیادہ دیر تک وہاں چھپا نہ رہ سکا کہ جلد ہی انہیں قطب البلاد لاہور میں آنے کا موقع ملا اور آپ یہاں دیال سنگھ پبلک لائبریری کے شعبہ تحقیق کی مسند پر براجمان ہوئے۔

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے شعبہ تحقیق سے منسلک ہونے کے بعد مولانا ہاشمیؒ نے اپنی زندگی کی خداداد صلاحیتوں کا بہترین اظہار کیا۔ یہ وہ دور تھا جب بظاہر ایک فوجی آمر کی حکمرانی تھی مگر بباطن تحریک پاکستان کے مقاصد کو بروئے کار لانے کا یہ سنہرا دور تھا۔ شہید صدر محمد ضیاء الحق ملک میں اسلامائزیشن کے عمل کو تیز سے تیز تر کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے وہ ملک کے گوشے گوشے میں ایسے رجال کار کی تلاش میں تھے جو ان کے اس عزم اور جہد کو صحیح سمت بھی دے سکیں اور اس کوشش کو منزل مقصود تک پہنچا سکیں، اس مقصد کے لیے مولانا ہاشمیؒ نے ایک طرف اسلامی نظام زندگی کے مختلف پہلوؤں کو روشناس کرانے کے لیے چھوٹے چھوٹے رسائل مرتب کرائے، دوسری طرف خود انہوں نے اسلام کے نظام عدل، حدود و تعزیرات اور قانون شہادت کے موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ اور ان قانونی، معاشی اور فقہی پہلوؤں پر لکھنے والوں کی ایک ٹیم دریافت کر لی۔ اس صورت حال میں انہوں نے ریسرچ سیل سے ایک ایسے فقہی، علمی اور تحقیقی مجلّے کا آغاز کیا جس نے برصغیر میں پہلی مرتبہ تحقیق و اجتہاد کا ایک نیا اسلوب پیدا کیا۔ اور پے در پے اجتہاد، مصادر شریعت، حیثیت نسواں، اسلامی نظام عدل، عظمت محنت، عشر اور نفاذ شریعت جیسے اہم پہلوؤں پر خصوصی شمارے شائع کئے۔ یہ سہ ماہی مجلہ "منہاج" کے نام سے آج بھی ان کی یادگار ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کرے کہ یہ اس منہج کو قائم رکھ سکے جس کی داغ بیل خود مولانا نے اپنے خونِ جگر سے ڈالی تھی۔ آپ "جہات" کے عنوان سے اس مجلّے کا اداریہ شذرہ لکھتے تھے۔ ان کے اس دردِ دل اور اخلاص نظر کو سمجھنے کے لیے اسی سلسلۂ جہات کی ایک جہت ملاحظہ فرمائیے۔

"ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے محب وطن اور اسلام دوست عناصر سر جوڑ کر بیٹھیں۔ ذاتی، جماعتی، گروہی، فرقہ وارانہ، علاقائی اور صوبائی مفادات سے بلند ہو کر ملت کے استحکام، ملکی سالمیت اور اسلامی تشخص کے جذبات ابھارنے کی سبیل پیدا کریں۔ کیونکہ کوئی قوم اور کوئی ملت باہمی یگانگت کے سوا باقی رہ سکتی ہے نہ پھل پھول سکتی ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ پاکستانی قوم نہ پیچھے ہٹ کر مشرق کی طرف جا سکتی ہے نہ آگے بڑھ کر مغرب کی طرف۔ اس کے شمال میں سربفلک پہاڑ ہیں، جنوب میں بحرِ عرب۔ اسے یہیں رہنا بسنا اور مرنا جینا ہے۔ یہ اسلام کا قلعہ ہے۔ جو دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ اس کے استحکام پر اس وقت عالمِ اسلام کا استحکام مبنی ہے۔ شاید اس لیے تمام طاغوتی طاقتیں اس کو ملیامیٹ کر دینے کے خواب دیکھ رہی ہیں (العیاذ باللہ) ان تمام مسائل کا واحد علاج یہی ہے کہ پوری قوم متحد ہو جائے۔ بالکل اسی طرح جس طرح تحریکِ پاکستان کے وقت متحد ہوئی تھی۔ ہمارا ملّی تشخص قیدِ زمان و مکان اور تنگنائے فرقہ و زبان سے ماوراء ہے۔ ہمیں اسی سے وابستہ رہنا چاہیے اور یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمیں ایک نہ ایک دن اس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے جس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حجۃ الوداع کے موقع پر جاہلی رسوم، نسلی، لونی، جغرافیائی اور عربی و عجمی افتراقات کو اپنے پاؤں تلے روندا تھا اور امت واحدہ بن کر رہنے کی وصیت فرمائی تھی، انہیں کا راستہ ہدایت کا راستہ ہے اور انہیں کا پیغام فلاح و کامرانی کا پیغام ہے"۔[1]

سید محمد متین ہاشمی صاحب کی زندگی کے آخری دس پندرہ سال ان کی فکری کاوشوں

---

[1] سہ ماہی "منہاج"، جلد ۴، شمارہ ۳ ص ۸ - ۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے بہت ثمر بار ثابت ہوئے مگر اپنی زندگی کے آخری پانچ سال وہ مختلف اور متنوع عوارض اور بیماریوں کا شکار رہے۔ منتہائے عمر میں انہیں اپنے جواں سال اور جواں فکر بیٹے سراج منیر کی رحلت کا داغ بھی برداشت کرنا پڑا۔ مگر ان تمام آزمائشوں کے باوجود انہوں نے ان سالوں میں بیس کے قریب مستقل تصانیف اور درجنوں مقالات و مضامین سپرد قلم فرمائے۔ ان پر مستزاد وہ سہ ماہی "منہاج" کی ادارتی ذمہ داریوں سے برابر عہدہ برآ ہوتے رہے۔ مختلف علمی حلقوں میں ان کے خطابات سے استفادہ کرنے والوں کا ایک بہت بڑا حلقہ تھا۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کی متعدد تقاریر نشر ہوتی رہیں۔ ان کی اپنی ریڈیائی تقاریر کے دو مجموعے "روشنی" کے عنوان سے ترتیب پاکر شائع ہو چکے ہیں۔ اگر اس تمام تحریری اور تقریری مواد اور لوازمے کا جائزہ لیا جائے تو پھر ان کی علمی شخصیت کا وہ تار و پود واضح طور پر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ وہ جن مقاصد جلیلہ اور عزائم حقہ کے لیے زندہ رہے ان کی صدائے تابناک آج بھی دنیا کے بیشتر اسلامی ملکوں میں سنائی دے رہی ہے۔ احوال عالم اور ممالک اسلامیہ پر ان کی ایک خاص نظر تھی۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ مادی نظریات کی شکست و ریخت سے مغربی معاشرے جس تیزی سے زبوں حال ہو رہے ہیں اس خلا کو اسلام کی برکات پر کریں گی۔ وہ مسلمانوں میں جہادی اور اجتہادی روح پھونکنے والے مجاہدین اسلام میں سے تھے۔ اس موضوع پر ان کی تحریر و تقریر میں ایک خاص جوش اور ولولہ دکھائی دیتا ہے اس مقصد کے لیے ہم ان کی ایک اور ادارتی تحریر کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

"اسلام کی چنگاری نے جس طرح فلسطین، افغانستان، آذربائیجان میں شعلۂ جوالہ بن کر خرمن باطل کو خاکستر کر دیا تھا۔ آج کشمیر میں بھی رقصاں ہے اور وادی کے سارے عوام یکجان ہو کر بنیان مرصوص کی طرح باطل کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔ آج کشمیر میں صرف ایک نعرہ ہے "آزادی یا موت"، کشمیر کے بوڑھے، جوان، بچے، مرد اور عورتیں سب کفن پوش اور بہر صورت و بہر قیمت آزادی حاصل کرنے کا عزم اپنے سینے میں رکھے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جب جذبہ بیدار ہو جاتا ہے اور عوام کسی خاص نظریے کے تحت متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو دنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بڑی سے بڑی طاقت آخر کار شکست سے دوچار ہو جاتی ہے ۔ کمیونزم ایک خالص مادّی نظریہ ہے جس میں حیات بعد الممات کا کوئی تصور ہی نہیں لیکن کمیونزم جیسے بودے نظریے کے زیر اثر جب ویتنامی عوام اُٹھ کھڑے ہوئے تو آخر کار امریکہ جیسی سپر پاور کو راہ فرار اختیار کرنا پڑی ۔ اسلام تو دنیا کا عظیم ترین اور جامع ترین نظریہ ہے ۔ اسلام نے ہی شہادت کو حیات جاوید کا نام دیا ۔ شہید کو قرآن نے مردہ کہنے سے منع کر دیا ۔ اسلام میں حیات بھی نعمت ہے اور حق کے راستے میں موت بھی ۔ یہ اسلام ہی کے نظریے کی طاقت ہے جو فلسطینیوں کو تحریک انتفاضہ کے تحت روڑوں اور ڈھیلوں سے صیہونیوں کی توپوں ، بموں اور مشین گنوں کے مقابلے میں کھڑا کئے ہوئے ہے ۔ یہ اسلام ہی کی طاقت تھی جس نے روس جیسی سپر پاور کو افغانستان سے بھاگنے پر مجبور کیا اور آج بھارت کا مقابلہ صرف حریت پسندوں سے نہیں ، اسلام کے متوالوں سے ہے لے

مولانا اپنی حیات مستعار کے متعینہ ماہ و سال گزارنے کے بعد اپنے خالق حقیقی کے پاس جا چکے ہیں مگر ان کی فکری تخلیقات اور ان کے رشحات قلم ہمارے پاس موجود ہیں ۔ جن سے اہل عزم اور اہل حق استفادہ کرتے رہیں گے ۔ ان کی تحریریں ایک خاص مقصدیت کے تحت لکھی گئی ہیں ۔ ان کے اسلوب نگارش میں ایک فطری جوش اور توانائی موجود ہے ۔ انکی زندگی بھی ایک عزم و یقین کی آئینہ دار تھی اور یہ یقین آفرینی ان کی تحریر و تقریر کا بھی خاصہ ہے ۔ مولانا ایک ذاکر و شاغل انسان تھے ۔ ان میں متنوع شخصی خوبیاں تھیں ۔ ان کی ذات میں ایک درویشی اور قناعت کی جھلک ملتی ہے ۔ ان کے قریب بیٹھنے والے ان کی سادگی و محبت اور زہد و تقوٰی سے بخوبی آگاہ ہیں ۔ درد ملت ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔

راقم الحروف کو گذشتہ دس برس سے ان سے قرب و آشنائی کا رشتہ تھا ۔

لے سہ ماہی " منہاج " ج ۷ ، شمارہ نمبر ۲ ص ۶ ۔ ۵ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ہمیشہ لطف و کرم اور مہر و محبت سے پیش آتے، کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا حوصلہ دیتے۔ اپنے نیازمندوں کی معمولی باتوں کی تحسین کرتے اور انہیں بڑے کاموں کے لیے ابھارتے۔ مختلف قسم کی استعداد رکھنے والے لوگوں سے کام نکالتے اور یوں اپنے کاروان فکر و نظر کے حدی خوان بنے ہوئے تھے۔ ان کی شخصیت میں بلا کی دلآویزی تھی۔ ان کے لب و لہجے میں ایک اعتماد اور ایمانی قوت تھی۔ ان کی تحریر و تقریر ہمیشہ قصر طاغوت کو منہدم کرنے کا باعث بنی۔ اپنے قدیم و جدید علوم سے متعارف ہونے کے باعث وہ معاشرے کے مختلف طبقات میں یکساں عقیدت و محبت کے حامل تھے۔ وہ ملی افتخار کے لیے مختلف مسالک کے درمیان ایک رشتۂ وحدت کے تمنائی تھے۔ ان کی تحریریں جہاں علمی موضوعات پر رسوخ کی حامل تھیں وہاں ایک روح عمل کو بیدار کرنے کا داعیہ بھی اپنے اندر رکھتی تھیں۔

اہل ایمان اور اہل ملت کے لیے ان کی شخصیت میں ایک خاص پیغام موجود ہے جس احیائے ملت کی کوشش میں وہ تاعمر مصروف کار رہے وہ راستہ ابھی باقی اور منزل ہنوز تشنہ ہے۔ آپ جس یقین و ثبات کے ساتھ بدی کی قوتوں سے لڑتے رہے۔ طاغوت کی سازشوں کو ناکام بناتے رہے۔ اور اس مقصد کے لیے اپنی زبان و قلم کی جولانیاں دکھاتے رہے۔ ضرورت ہے کہ دردمندان ملت اسی اسلوب حیات اور شعار زیست کو اپنا لیں۔ یہ وہ پیغام اور راہِ ہدایت ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا قیامت تک اپنے سامنے لائق اتباع سمجھیں گے۔ سید محمد متین ہاشمی بھی اسلام کے اسی انقلابی راستے کے ایک ان تھک مسافر تھے۔ اپنی اپنی دینی خدمات اور نظام اسلامی کے احیاء کی مسلسل کوششوں کے باعث، ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے مالک و خالق کے حضور کامیابی اور سرخروئی سے ہمکنار ہوں گے۔ ان کی شخصیت اور ان کی خدمات ایک نقش تازہ کی صورت ہمیشہ ہمارے دل و دماغ کو متاثر کریں گی۔

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

© rasailojaraid.com